بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

قومی وحدت و ہم آہنگی، داخلی استحکام و سالمیت، معاشی خوش حالی، اجتماعی ترقی، روحانی طمانیت، اخلاقی پاکیزگی اور بین الاقوامی وقار و سر بلندی — یہ وہ مقاصد ہیں، جو واقعہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کو عزیز ہیں اور ہم سب کی یہ دلی آرزو ہے کہ ہم انہیں جلد سے جلد حاصل کر سکیں۔ ہمارا یہ یقین ہے کہ ان مقاصد کے حصول میں اسلام بحیثیت ایک نصب العین اور دینی عقیدہ کے اور بہ لحاظ ایک زندہ و فعال شعور کے جس کا کہ عملی مظاہرہ پچھلے دنوں ہوا، ایک زبردست محرک قوت بن سکتا ہے۔ وہ ہمیں کچھ کرنے، اپنے آپ کو بدلنے اور آگے چلنے کا ولولہ دے گا۔ اس سے اس کائنات کی تسخیر کا جذبہ ہمارے اندر پیدا ہوگا۔ اور اس کی بدولت ہم اس دنیا میں قومی اور بین الاقوامی ہر دو اعتبار سے ایک بلند مقام حاصل کر سکیں گے۔ اس ملک اور اس ملت کے لئے اسلام ایک زندہ اور زندگی بخش حقیقت ہے، بشرطیکہ اسے اس طرح سمجھا جائے، جیسا کہ آج اس کو سمجھنے کا حق ہے۔ اور اس سے وہ کام لیا جائے، جس کے لینے کی اس زمانے میں ضرورت ہے۔

جہاں تک قرآن مجید اور سنت نبوی کا تعلق ہے، وہ خدا کے فضل سے ہمارے پاس اپنی اصلی اور خالص شکل میں موجود ہیں۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ اس وقت جس ماحول میں ہم گھرے ہوئے ہیں اور جن مسائل سے ہمیں صبح و شام سابقہ پڑتا ہے۔ قرآن و سنت نبوی اس بارے میں ہماری رہنمائی کریں۔ اور جس طرح قرون اولیٰ میں ان کی رہنمائی میں مسلمانوں نے پرانی دنیا کی جگہ نئی دنیا کی تخلیق کی تھی۔ آج بھی ان کے طفیل یہی ظہور میں آئے، موجودہ زندگی کے متعلق ہمارا جو منفی نقطہ نظر ہے اور جس طرح ہم لکیر

کے صورت ہوتے ہیں، قرآن و سنت نبوی کو اس کی تائید میں بعض حلقوں کی طرف سے جیسے پیش کیا جا رہا ہے، یہ سلسلہ اب بند ہونا چاہئے ۔

اسلام مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے نکل کر ساری دنیا میں پھیلا، اور اپنے دور اقبال میں جہاں بھی وہ گیا ۔ دینی، عقلی، سیاسی، ثقافتی اور اجتماعی، غرض ہر لحاظ سے وہ سب پر غالب آیا اور وہ اس لئے کہ اس دور میں وہ ایک متحرک و فعال مذہب تھا۔ وہ جہاں جاتا تھا، وہاں ایک تبدیلی پیدا کرتا تھا۔ اس نے عربوں کو ان زندگی عطا کی ۔ ایرانی قوم کی ذہنیت کو تازگی سے بدلا ۔ ترکوں کو دنیا کا فاتح بنا دیا ۔ لیکن دور اقبال کے بعد جب مسلمان زوال کے نرغے میں آگئے، تو اسی اسلام کی جو ایک حرکت آفرین قوت تھی، غلط تعبیر کر کے اسے جمود کا پشتیبان بنا لیا گیا ۔ اور بد قسمتی سے اس جمود سے اب تک ہم اپنے ذہن و فکر کو آزاد نہیں کرا سکے ۔

•

مغرب کے سیاسی، معاشی اور تمدنی غلبے سے دنیائے اسلام کو جو دھکا لگا ہے، اس سے مسلمانوں کی کچھ کچھ آنکھیں کھلی ہیں ۔ اور ان میں سے اکثر کو اپنی پس ماندگی کا احساس ہونے لگا ہے ۔ مسلمان ملکوں میں بڑی سرعت سے صنعتی انقلاب آ رہا ہے ۔ اور ان میں نئی ٹکنالوجی، نئی سائنس اور نئے علوم کی طرف عام رجحان ہے ۔ اس کا اسلامی معاشرے پر لازماً اثر پڑے گا۔ اب ایک طرف تو ہمارے ہاں اس قسم کی بڑی دور رس معاشرتی تبدیلیاں آ رہی ہیں، اور دوسری طرف ہمارے بیشتر مذہبی طبقے اور ان کے زیر اثر گروہ اس فکری جمود سے چمٹے ہوئے ہیں ۔ جو ہمیں زوال کی صدیوں سے ورثے میں ملا ہے ۔

اگر پاکستان میں اسلام کو ایک فعال اور محرک قوت بننا ہے، اور ہماری نئی زندگی کی تشکیل اس کی رہنمائی کے تحت ہونا ہے، تو ہمیں اسلامی فکر، اسلامی علوم اور اسلامی تہذیب کی اقدار کو اس جمود سے نجات دلا کر ان کا ذہنی و علمی رشتہ اس دور سے جوڑنا ہوگا، جب اسلام ایک انقلابی اور تخلیقی قوت تھا ۔ یہ کام ہمارے تحقیقی ادارے کر سکتے ہیں اور انہیں بعجلت تمام یہ کام کرنا چاہئے ۔

نئے علوم آ کے رہیں گے ۔ ہماری معیشت بدل رہی ہے ۔ اور اسے لامحالہ صنعتی بننا ہے۔ نئے علوم اور صنعتی معیشت لازماً ایک نئے معاشرے کو جنم دیں گے ۔ اب اگر یہ معاشرہ اس معاشرے سے جس میں ہماری تاریخی،

مذہبی اور تہذیبی روایات رچی ہوئی ہیں ، بالکل کٹ جاتا ہے تو یہ چیز ہماری قومی زندگی کے لئے زہر قاتل ثابت ہوگی ۔ قومی روایات کا تسلسل قوم کے ذہن کو وسعت ، گہرائی اور رسوخ بخشتا ہے اور اسے حسن و زیبائی کی بھرپور صلاحیتیں عطا کرتا ہے - نئے حالات کو وجود میں آنے سے روکنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ گزشتہ دو سو سال سے ہمارے ہاں آہستہ آہستہ جو تبدیلیاں آرہی تھیں، اور آزادی کے بعد جن کی وسعت اور گہرائی کئی گنا بڑھ گئی ہے ہمارے لئے حالات جن سے اس وقت ہم دو چار ہیں ان تبدیلیوں کا حتمی نتیجہ ہیں ۔ ان حالات میں ہمیں زندگی گذارنا ہوگی ۔ اور بہت حد تک ان کے اثرات کو قبول کرنے پر ہم مجبور بھی ہیں ، لیکن ہماری یہ کوشش ہونی چاہئیے کہ ہم حالات کی رو میں بالکل بہ نہ جائیں ۔ ہمیں ان حالات کو اپنی روایات اور اپنے عقائد سے ہم آہنگ کرنا چاہئیے ، اس کے لئے ذہنی کاوشوں کی ضرورت ہے ، جو واقعی علمی و تحقیقی ماحول ہی میں ہو سکتی ہیں۔

ہمارے وہ علوم ، ہمارا وہ تہذیبی ورثہ اور ہماری وہ ذہنی روایات جو ہمارے دور اقبال میں پروان چڑھیں ، اگر ان کا آج کی ذہنی و علمی فضا کے مطابق احیاء ہوجائے تو نئے حالات سے ہمارے مغلوب ہونے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا ۔ ماضی کی باقیات صالحات سے ہماری وابستگی ہمارے قدموں کو خواہ کتنا بھی زبردست سیلاب ہو ، اس میں کبھی اکھڑنے نہیں دے گی ۔ اس وقت ضرورت ماضی کی ان باقیات صالحات کو آج کی زبان اور آج کے انداز میں پیش کرنے ، ان کے روح و فکر کو اپنانے اور اسی طرح ان سے اپنا جذباتی و ذہنی رشتہ مضبوط رکھنے کی ہے ۔

پاکستان ایک قومی مملکت ہے۔ اس کا بحیثیت ایک قومی مملکت کے انکار کرنا عین دوپہر کے وقت سورج کے وجود سے انکار کرنا ہے، اب جہاں پاکستان کا ایک قومی مملکت ہونا اپنی جگہ ایک حقیقت ہے۔ وہاں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے ۔ اور اسلام قوموں ۔ ملکوں نسلوں، رنگوں اور زمانوں سے ایک بالاتر چیز ہے - اور اس میں اتنی ہی عمومیت اور دوام ہے ، جتنا کہ انسانیت عامہ میں ہو سکتا ہے ۔ بظاہر پاکستان کا بیک وقت ایک قومی و اسلامی مملکت ہونا تضاد نظر آتا ہے ۔ لیکن در حقیقت ایسا نہیں ہے ۔ ہمیں پاکستان کو ایک قومی مملکت رکھتے ہوئے ، جیسی کہ وہ واقعتاً ہے ، ایک اسلامی مملکت بنانا ہے ۔ اسلامی اپنی روح کے اعتبار سے ، اپنے نظام حکومت کے اعتبار سے ،اور اپنے عوام کی زندگی اور ان کی آرزوؤں اور

خواہشوں کے اعتبار سے ۔ بدقسمتی سے نئے آزاد ہونے والے اکثر مسلمان ملک قومیت اور اسلامیت کے باہمی توازن کو قائم نہیں رکھ سکے ۔ اور ان کے ہاں قومیت سراسر اسلامیت پر غالب آ گئی ہے ۔ ہمیں اس بے راہ روی سے بچنا ہے اور ان دونوں میں ایسی ہم آہنگی پیدا کرنی ہے کہ ہماری یہ مملکت ان دونوں کے صالح عناصر کو اپنے اندر جمع کر سکے ۔ وہ صحیح معنوں میں ایک قومی مملکت بھی ہو ۔ اور اسلامی بھی ۔

اسلامیت اور قومیت میں اس طرح کا ارتباط ، ہمارے اہل علم و فکر کی خصوصی توجہ کا طالب ہے ۔ پاکستان کی اسلامیت کی صحت مند نشو و نما اور ارتقاء کے لئے اس مسئلے کا صحیح حل بے حد ضروری ہے ۔

سائنسی ایجادات نے ملکوں اور قوموں کے باہمی فاصلے بے حد کم کر دئیے ہیں ۔ اور وہ ایک دوسرے سے اتنے قریب ہوتے جا رہے ہیں کہ ان کے لئے اب مل جل کر رہنا ناگزیر ہو گیا ہے۔ اسی لئے بقائے باہمی (Co-existence) کا سیاسی اصول زندگی کی ایک اشد ترین ضرورت بن گیا ہے ۔ ایک زمانے میں مسلمانوں نے انسانیت کے ایک بہت بڑے حصے کو اس اصول کے تحت اکٹھا کیا تھا ۔ ان کا دین اگلی اور پچھلی سچائیوں کا جامع تھا ۔ انہوں نے صحیح معنوں میں ایک عالمگیر انسانی تہذیب کو جنم دیا تھا ۔ جس کی تشکیل میں اس زمانے کی سب قوموں اور تہذیبوں کا حصہ تھا ۔ ان کے نظام معاشرت میں رنگ اور نسل کا مطلق کوئی امتیاز نہ تھا ۔ آج انسانیت پھر اسی وحدت کی طرف جا رہی ہے ۔ چنانچہ اسے ایک ایسے ضابطہ قانون کی ضرورت ہے ، جو عالمی روحانی اصولوں پر مبنی ہو ۔ کیونکہ عالمی روحانی اصولوں پر مبنی ضابطہ قانون ہی قبول عام حاصل کر سکتا ہے ۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ موجودہ انسانیت کو یہ ضابطہ' قانون اسلام دے سکتا ہے ۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ اسلام اس فرقہ واریت سے نکلے ، جس کا اسے گزشتہ کئی صدیوں سے پابند کر دیا گیا ہے ۔ وہ ایک انسانی و عالمی قوت بنے ۔ دوسروں سے علیحدگی اس کا شعار نہ ہو ، دوسروں کو اپنے اندر لینا اس کا مقصد ہو ، اسلام تاریخ کی بھی قوت تھی ، اب اسے پھر از سر نو یہ قوت بننا ہے ۔